Journal of Religion & Society (JR&S)
Available Online:
https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index
Print ISSN: 3006-1296Online ISSN: 3006-130X
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

Economic Sustenance of Religious Seminary (Madrasa) Teachers in Light of the Economic Principles of the Caliphate of ‘Umar ibn al-Khaṭṭāb (RA): An Analytical Study

خلافتِ عمرؓ کے معاشی اصول اور دینی مدارس کے اساتذہ کے معاشی مسائل کا حل: ایک تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ

Mian Faisal Mahmood
MS Scholar, Department of Islamic Studies, HITEC University Taxila
Dr. Umar
Lecturer, Department of Islamic Studies, HITEC University Taxila

Abstract
Religious seminaries (madaris) have played a central role in preserving and transmitting Islamic learning in Muslim societies, yet their teachers frequently face economic insecurity: low and irregular salaries, the absence of centralized payroll records, dependence on seasonal donations, and the lack of pension or social protection. This article examines whether the economic principles of the Caliphate of ‘Umar ibn al-Khaṭṭāb (may Allah be pleased with him) can offer a practical framework for addressing these problems. Drawing on classical works of fiscal history and Islamic political jurisprudence, it analyses ‘Umar’s welfare-oriented conception of the state, the treatment of public funds as a trust (amānah), the compilation of the diwan, transparent and timely disbursement of stipends, provincial financial accountability, the preservation of conquered land as a permanent source of revenue, and provisions for the elderly and dependants. It then applies these principles by analogy (qiyās and maṣlaḥah) to contemporary madrasas and proposes reforms: a central documentation and payroll system, a pay scale with timely payment, endowment-based sustainability, independent district-level audit, pension and social security, transparent fundraising, and a common economic code among the wafāqs. The study argues that the Fārūqī model rests not on emergency charity but on documentation, accountability and durable institutional resources.
Keywords: *Caliphate of ‘Umar, Madaris, Teachers’ Livelihood, Diwan, Bayt al-Māl, Waqf, Accountability, Social Security*

تعارف

دینی مدارس برصغیر سمیت پوری مسلم دنیا میں علومِ اسلامیہ کے تحفظ، ترویج اور اگلی نسلوں تک ان کی منتقلی کا بنیادی ذریعہ رہے ہیں۔ ان اداروں کی علمی و اخلاقی خدمات کا انحصار بڑی حد تک اساتذہ پر ہے جو محدود وسائل کے باوجود تدریس، تربیت اور رہنمائی کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ تاہم عملی صورتِ حال یہ ہے کہ ان اساتذہ کی معاشی حالت عموماً غیر یقینی رہتی ہے۔ تنخواہیں کم ہوتی ہیں اور بروقت ادا نہیں ہوتیں، ملازمت کا کوئی مرکزی ریکارڈ موجود نہیں ہوتا، اور بڑھاپے، بیماری یا وفات کی صورت میں اساتذہ اور ان کے اہلِ خانہ کے لیے پنشن یا سماجی تحفظ کا کوئی مستقل بندوبست نہیں پایا جاتا۔

اس مسئلے کو عموماً محض وسائل کی کمی کے طور پر دیکھا جاتا ہے، حالانکہ اس کی جڑیں زیادہ تر انتظامی ڈھانچے، مالیاتی نظم وضبط اور احتساب کی کمزوری میں پیوست ہیں۔ اس مقالے کا مرکزی سوال یہ ہے کہ کیا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کے معاشی اصول آج کے مدارس کے اساتذہ کی معاشی کفالت کے لیے قابلِ عمل رہنمائی فراہم کرتے ہیں؟ عہدِ فاروقی کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں رعایا کی معاشی کفالت کو انفرادی خیرات پر چھوڑنے کے بجائے دیوان، بیت المال، احتساب اور شفافیت جیسے ادارہ جاتی نظم کی صورت دی گئی۔

یہ مطالعہ تاریخی و تجزیاتی منہج پر مبنی ہے اور اس میں کتب الاموال، کتاب الخراج، طبقات ابن سعد، فتوح البلدان اور تاریخ الخلفاء جیسے بنیادی مصادر سے استفادہ کیا گیا ہے۔ ایک علمی وضاحت ضروری ہے: عہدِ فاروقی میں « مدرسہ » اپنی موجودہ ادارہ جاتی شکل میں موجود نہیں تھا، اس لیے یہاں یہ دعویٰ نہیں کیا جا رہا کہ اس دور میں اساتذہ کے لیے آج جیسا کوئی الگ تنخواہی نظام رائج تھا۔ مقالے کا استدلال فاروقی نظم کے عمومی اصولوں سے استنباط اور قیاس بالمصلحہ پر قائم ہے، یعنی یہ دیکھا گیا ہے کہ جن اصولوں پر ریاست نے مستحقین اور علم و جہاد سے وابستہ افراد کی کفالت کی، وہ آج کے مدارس کے انتظامی و مالیاتی ڈھانچے میں کس طرح برتے جا سکتے ہیں۔

1۔ عہدِ فاروقی میں فلاحی ریاست اور معاشی کفالت کا نظام

1.1 فلاحی ریاست کا تصور

عہدِ فاروقی میں اسلامی ریاست کا مقصد محض فتوحات یا سیاسی غلبے کا اظہار نہیں تھا، بلکہ کمزور طبقات کے حقوق کی فراہمی اور معاشرے کی فلاح و بہبود اس کا بنیادی ہدف تھا۔ اس تصور کی بنیاد اس قرآنی فلسفے پر تھی کہ مال و وسائل اصلاً اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں اور ریاست انہیں انسانوں کے درمیان منصفانہ طور پر تقسیم کرنے کی پابند ہے۔ حضرت عمرؓ اقتدار کو ایک امانت اور آزمائش سمجھتے تھے، اسی لیے وہ راتوں کو جاگ کر رعایا کے حالات کی خبر گیری کرتے۔ بعد کے ادوار میں بھی یہی روح کار فرما رہی، چنانچہ عمر بن عبد العزیزؒ کا وہ معروف خط منقول ہے جس میں مقروضوں کے قرض بیت المال سے ادا کرنے کی ہدایت دی گئی، خواہ ان کے پاس ضروری مکان، خادم اور سواری موجود ہو۔[1]

1.2 بیت المال بطور امانت

حضرت عمرؓ نے بیت المال کے بارے میں اپنی حیثیت کو یتیم کے ولی سے تشبیہ دی کہ اگر وہ خود غنی ہو تو بچے، اور محتاج ہو تو دستور کے مطابق ضرورت بھر لے۔[2] اسی بنیاد پر فقہائے سیاست نے یہ قاعدہ مرتب کیا کہ « تصرف الامام علی الرعیۃ منوط بالمصلحۃ »، یعنی رعایا کے معاملے میں حکمران کا ہر تصرف عامۃ المسلمین کی مصلحت کے ساتھ مشروط ہے۔[3] اس اصول کے مطابق سرکاری مال حکمران یا انتظامیہ کی ذاتی پسند کا نہیں بلکہ اجتماعی ضرورت اور شریعت کی حدود کا پابند ہے۔ آج مدارس کے وفاق اور منتظمین، جو زکوٰۃ، صدقات اور عطیات کے امین ہیں، اسی اصول کے مخاطب ہیں۔

1.3 دیوان کی تدوین اور مستحقین کا باقاعدہ اندراج

جب فتوحات کے نتیجے میں اموال کی کثرت ہوئی تو حضرت عمرؓ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ کر کے 15 ہجری میں دیوان (مرکزی رجسٹر) مرتب کرایا۔ اس میں مستحقین کے نام ان کے قبائل اور رسول اللہ ﷺ سے قرابت و سبقت کے مطابق درج کیے گئے اور ہر ایک کا وظیفہ مقرر ہوا۔[4] ہر قبیلے اور علاقے پر عرفاء (نگران) مقرر تھے جو کسی کی وفات یا نئے فرد کی پیدائش سے دیوان کو باخبر رکھتے، تاکہ ریکارڈ مسلسل اپ ڈیٹ ہوتا رہے۔[5] اس نظام کا مقصد یہ تھا کہ کوئی حق دار محض اس لیے محروم نہ رہ جائے کہ اس کا نام کہیں درج نہیں۔ یہ اسلامی تاریخ کے اولین منظم دفتری نظاموں میں سے ہے جس نے معاشی کفالت کو دستاویزی شکل دی۔

1.4 وصولی و تقسیم میں شفافیت اور بروقت ادائیگی

حضرت عمرؓ نے صدقات و عطیات کی وصولی اور تقسیم پر مامور عمال کے لیے سخت ضابطے مقرر کیے۔ انہیں روانہ کرتے وقت یہ شرائط عائد فرماتے کہ وہ ترکی گھوڑوں پر سوار نہ ہوں، چھنا ہوا باریک آٹا نہ کھائیں، باریک لباس نہ پہنیں اور حاجت مندوں کے لیے اپنے دروازے بند نہ کریں، اور فرماتے کہ میں نے تمہیں لوگوں پر مسلط ہونے کے لیے نہیں بلکہ حق کے ساتھ وصول کرنے کے لیے بھیجا ہے۔[6] ادائیگی میں بھی باقاعدگی ملحوظ رہتی: روایات کے مطابق وظائف مقررہ اوقات میں تقسیم ہوتے اور مدینہ کے قریب «جار» کی بندرگاہ پر مصر سے آنے والے غلے کا راشن مستحقین کو پہنچایا جاتا۔[7] یہ طرزِ عمل اس نبوی اصول سے ہم آہنگ ہے کہ مزدور کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کر دی جائے۔[8]

1.5 صوبائی سطح پر احتساب

مالیاتی نظم کی کامیابی کا دار و مدار احتساب پر ہے۔ حضرت عمرؓ ہر سال موسمِ حج میں صوبوں کے گورنروں اور مالیاتی ذمہ داروں کو مکہ مکرمہ طلب فرماتے اور عوامی اجتماع میں اعلان کرواتے کہ جس کسی کے ساتھ ناانصافی یا مالی خیانت ہوئی ہو وہ سامنے آئے۔[9] اس کے علاوہ حضرت محمد بن مسلمہ انصاریؓ جیسے معتمد افراد کو صوبوں میں بھیجا جاتا جو بیت المال، رجسٹروں اور حسابات کا معائنہ کرتے؛ کمی یا خیانت ثابت ہونے پر عامل کے مال کا ایک حصہ ضبط کر کے بیت المال میں جمع کرا دیا جاتا یا اسے معزول کر دیا جاتا۔[10] یہ نظام اس بات کی دلیل ہے کہ عوامی اعتماد کی بنیاد محض اخلاقی اپیلوں پر نہیں بلکہ کڑے ادارہ جاتی محاسبے پر قائم ہوتی ہے۔

1.6 مستقل مالی وسائل: اراضیِ سواد کا فیصلہ

عراق کی فتح کے بعد بعض صحابہ کرامؓ نے زمینیں فاتحین میں تقسیم کرنے کی رائے دی، مگر حضرت عمرؓ نے مشاورت کے بعد اراضیِ سواد کو تقسیم نہ کرنے کا فیصلہ کیا اور ان پر خراج عائد کر کے اسے مسلمانوں، ان کی آنے والی نسلوں اور ریاست کے دائمی مصارف کے لیے مخصوص رکھا۔[11] اس فیصلے سے ریاست کو ایک پائیدار آمدنی میسر آئی جو کسی موسمی یا عارضی چندے پر منحصر نہیں تھی۔ مدارس کے لیے اس میں سب سے اہم سبق یہی ہے کہ تعلیمی و رفاہی خدمات کی پائیداری مستقل ذرائعِ آمدن کے بغیر ممکن نہیں۔

1.7 کمزوروں کی کفالت

فاروقی نظامِ کفالت صرف وظیفے تک محدود نہیں تھا، اس میں ضعیفوں، معذوروں اور بیواؤں کے لیے بھی گنجائش رکھی گئی۔ حضرت عمرؓ کا یہ قول مشہور ہے کہ اگر اللہ نے زندگی دی تو وہ عراق کی بیواؤں کو ایسا چھوڑ جائیں گے کہ وہ ان کے بعد کسی کی محتاج نہ رہیں۔[12] ایک بوڑھے ذمی کو دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلاتے دیکھا تو اس کا وظیفہ جاری کرنے کا حکم دیا۔[13] جب غیر مسلم ضعیف کے لیے یہ اہتمام تھا تو اہلِ علم اور دین کے خادموں کے لیے پنشن اور سماجی تحفظ کا تصور اس کے مقابلے میں کہیں زیادہ قرینِ انصاف ہے۔

2۔ موجودہ دور میں دینی مدارس کے اساتذہ کے معاشی مسائل

موجودہ مدارس کے اساتذہ کو جن معاشی مسائل کا سامنا ہے، انہیں مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت سمیٹا جاسکتا ہے:

مرکزی دستاویزی ریکارڈ کا فقدان: اکثر مدارس میں اساتذہ کی تنخواہ، مدتِ ملازمت اور حقوق کا کوئی مرکزی یا مستقل ریکارڈ نہیں ہوتا، جس کے باعث تنخواہ کا تعین مقامی انتظامیہ کی صوابدید پر رہتا ہے۔

کم اور غیر متوازن تنخواہیں: ایک ہی وفاق کے مدارس میں تنخواہوں کا کوئی یکساں سکیل موجود نہیں، اور علمی قابلیت و تجربے کو معیار بنانے کا کوئی منظم نظام نہیں پایا جاتا۔

بروقت ادائیگی نہ ہونا: تنخواہیں اکثر تاخیر یا کٹوتی کا شکار ہوتی ہیں، جس سے اساتذہ مقروض یا ذہنی تناؤ میں مبتلا رہ کر یکسوئی سے تدریس نہیں کر پاتے۔

عارضی ذرائعِ آمدن پر انحصار: زکوٰۃ، صدقات، قربانی کی کھالوں اور سالانہ چندوں پر قائم نظام مہنگائی، سیاسی تبدیلیوں اور دہندگان کی عدمِ توجہی سے براہِ راست متاثر ہوتا ہے۔

مالیاتی شفافیت اور احتساب کی کمی: مرکزی وفاقوں کے ضوابط کے باوجود مقامی و ضلعی سطح پر کوئی خودکار احتسابی میکانزم نہیں، جس کی وجہ سے دور دراز اور دیہی علاقوں کے اساتذہ اکثر مالی استحصال کا شکار رہتے ہیں۔

پنشن اور سماجی تحفظ کا فقدان: بڑھاپے، علالت، معذوری یا اچانک وفات کی صورت میں اساتذہ اور ان کے اہل و عیال کے لیے پنشن، گریجویٹی یا کوئی سماجی تحفظ موجود نہیں ہوتا۔

وفاقوں کے مابین مشترکہ معاشی ضابطے کی عدم موجودگی: وفاق المدارس العربیہ، تنظیم المدارس اہلِ سنت اور وفاق المدارس السلفیہ جیسے مختلف وفاق اپنے اپنے دائرے میں کام کرتے ہیں، مگر اساتذہ کے کم از کم معاشی حقوق کا کوئی مشترکہ ضابطۂ اخلاق موجود نہیں۔

چندہ مہمات میں شفافیت کا مسئلہ: مہمات اور سفراء کے ذریعے وصول ہونے والی رقوم کا نظام زیادہ تر روایتی رسیدوں اور دستی کھاتوں پر قائم ہے، جس میں انسانی غلطی یا بدانتظامی کا امکان رہتا ہے۔

یہ مسائل کسی ایک عنصر کا نتیجہ نہیں بلکہ ایک ایسے ڈھانچے کا ثمرہ ہیں جس میں دستاویزی ریکارڈ، مستقل وسائل اور احتساب تینوں کمزور ہیں، اور یہی تینوں عناصر وہ ستون ہیں جن پر عہدِ فاروقی کا نظمِ کفالت کھڑا تھا۔

3۔ فاروقی اصولوں کی روشنی میں حل اور تجاویز

ذیل کا جدول بنیادی مسائل، فاروقی اصول اور مجوزہ عملی حل کو ایک نظر میں پیش کرتا ہے۔

مسئلہ	فاروقی اصول	مجوزہ عملی حل
مرکزی ریکارڈ کا فقدان	تدوینِ دیوان اور عرفاء کے ذریعے مسلسل اندراج	وفاق کی سطح پر مرکزی پے رول اور اساتذہ کا رجسٹر
غیر یکساں اور تاخیر سے ملنے والی تنخواہ	مقررہ اوقات میں ادائیگی؛ مزدور کی اجرت پسینہ خشک ہونے سے پہلے	گریڈ سکیل، کم از کم تنخواہ اور بروقت ادائیگی کو الحاق کی شرط بنانا
عارضی ذرائعِ آمدن	اراضیِ سواد کو دائمی آمدنی کے لیے مخصوص رکھنا؛ یتیم کے مال سے تجارت کی ہدایت	وقفی اثاثے، انڈومنٹ فنڈ اور حلال سرمایہ کاری
احتساب کی کمی	موسمِ حج میں محاسبۂ عمال؛ محمد بن مسلمہؓ کے ذریعے معائنہ	ضلعی احتسابی کمیٹیاں اور سالانہ خارجی آڈٹ
پنشن و سماجی تحفظ کا فقدان	ضعیفوں اور بیواؤں کی کفالت	پنشن، میڈیکل اور تکافل فنڈ
وفاقوں میں عدمِ یکسانیت	صوبوں کے مالی امور کا مرکزی ضوابط کے تابع ہونا	وفاقوں کا مشترکہ معاشی ضابطۂ اخلاق اور «مجلسِ عدل»

3.1 مرکزی دستاویزی نظام (سنٹرل پے رول)

حضرت عمرؓ نے دیوان کے ذریعے مستحقین کے حقوق کو ریکارڈ کی صورت میں محفوظ کیا۔ اسی طرز پر ہر وفاق کو چاہیے کہ اپنے ماتحت مدارس کے اساتذہ کے لیے ایک مرکزی رجسٹر تشکیل دے جس میں ہر استاد کا نام، تقرری کی تاریخ، تعلیمی قابلیت، تنخواہ کا سکیل اور ادائیگی کا ریکارڈ درج ہو، اور مدارس کے نمائندے عرفاء کی طرح تبدیلیوں (تقرری، ترقی، وفات، سبکدوشی) سے مرکز کو مطلع کرتے رہیں۔ فقہ کا یہ مسلمہ قاعدہ کہ «مالا یتم الواجب الا بہ فھو واجب» اس ضرورت کو شرعی جواز بھی فراہم کرتا ہے، کیونکہ ہزاروں اساتذہ کے حقوق کی منصفانہ ادائیگی دستاویزی ریکارڈ کے بغیر ممکن نہیں۔

3.2 گریڈ سکیل اور بروقت ادائیگی

تنخواہوں کے تعین کا معیار علمی قابلیت، تدریسی تجربہ اور خدمات کا دورانیہ ہونا چاہیے، نہ کہ مدرسے کا حجم یا مقام۔ اس مقصد کے لیے وفاق کی سطح پر کم از کم تنخواہ اور گریڈ سکیل وضع کیا جائے اور دیہی و پسماندہ علاقوں کے مدارس کے اساتذہ کے لیے بھی یہی کم از کم معیار لاگو ہو۔ اسی طرح تنخواہ کی مقررہ تاریخ پر ادائیگی کو الحاق اور تجدیدِ الحاق کی شرط بنایا جائے، اور مسلسل تاخیر کی صورت میں ازالے کا واضح طریقۂ کار مقرر ہو۔

3.3 اوقاف اور انڈومنٹ فنڈ

اراضیِ سواد کے فیصلے سے مستفاد اصول یہ ہے کہ مستقل ضروریات کے لیے مستقل ذرائع درکار ہیں۔ چنانچہ مدارس کو چاہیے کہ اپنی آمدنی کے ایک حصے کو محض زکوٰۃ و صدقات پر منحصر رکھنے کے بجائے وقف اثاثوں، کرایہ دار جائیدادوں، زرعی اراضی اور جائز تجارتی منصوبوں میں لگائیں تاکہ ان سے حاصل ہونے والی آمدنی اساتذہ کی تنخواہوں کی ضامن بنے۔ حضرت عمرؓ کی یہ ہدایت اس تناظر میں قابلِ غور ہے کہ یتیموں کے مال کو تجارت میں لگاؤ تاکہ زکوٰۃ اور نفقات اسے کھا نہ جائیں۔[14] اس کے ساتھ یہ احتیاط لازم ہے کہ زکوٰۃ کی رقوم کی سرمایہ کاری میں شرعی تملیک اور مصرف کے ضوابط ملحوظ رہیں، اور سرمایہ کاری کی نگرانی کے لیے مستند مفتیانِ کرام اور ماہرینِ معاشیات پر مشتمل « حلال سرمایہ کاری بورڈ » تشکیل دیا جائے۔

3.4 آزاد ضلعی احتساب اور مالی شفافیت

محمد بن مسلمہؓ کی طرز پر ہر ضلع یا ڈویژن کی سطح پر آزاد احتسابی کمیٹیاں قائم کی جائیں جو مدارس کے حسابات، عطیات اور اوقاف کی آمدنی کا بلا اطلاع معائنہ کر سکیں۔ ہر مدرسے میں باقاعدہ ڈبل انٹری اکاؤنٹنگ اور سالانہ خارجی آڈٹ لازم قرار دیا جائے۔ فاروقی طریقِ کار میں عامل کی تقرری کے وقت اس کے اثاثوں کا اندراج اور واپسی پر محاسبہ شامل تھا؛ اسی روح کے تحت مالی امور کے ذمہ داروں کے اثاثوں کی تفصیل ریکارڈ میں رکھی جاسکتی ہے۔ چندہ مہمات اور سفراء کے لیے مسلسل نمبر والی رسیدوں اور ڈیجیٹل ادائیگی کے ذرائع کو رواج دیا جائے تاکہ رقوم کی وصولی و اخراج کا مکمل ریکارڈ محفوظ رہے۔

3.5 پنشن اور سماجی تحفظ

وفاقوں کے تحت ایک « اساتذہ پنشن و تکافل فنڈ » قائم کیا جائے جس میں مدارس اور اساتذہ کی مقررہ شراکت کے ساتھ اہلِ خیر کے عطیات بھی شامل ہوں، تاکہ بڑھاپے، بیماری، معذوری یا وفات کی صورت میں استاد اور اس کے اہلِ خانہ کو مستقل کفالت میسر آسکے۔ فاروقی نظام میں کمزوروں کی کفالت کا جو تصور ملتا ہے اور « الجزاء من جنس العمل » کا جو مسلمہ اصول ہے، دونوں اس تجویز کی تائید کرتے ہیں کہ جس استاد نے اپنی جوانی علم و دین کی خدمت میں کھپا دی، ادارہ بڑھاپے میں اس کا سہارا بنے۔

3.6 وفاقوں کا مشترکہ معاشی ضابطہ

فاروقی نظم کی ایک نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ صوبوں کے مالی معاملات مرکز کے ضوابط اور احتساب کے تابع تھے۔ اسی طرح مختلف مسالک کے وفاق اپنے دائرۂ کار میں خود مختار رہتے ہوئے اساتذہ کے کم از کم معاشی حقوق کے لیے ایک مشترکہ ضابطۂ اخلاق پر متفق ہو سکتے ہیں، جس میں گریڈ سکیل، کم از کم تنخواہ، ادائیگی کی مدت اور پنشن کے اصول شامل ہوں۔ اس ضابطے پر عمل درآمد کی نگرانی کے لیے تمام وفاقوں کی نمائندگی پر مشتمل ایک مشترکہ « مجلسِ عدل » قائم کی جا سکتی ہے۔

نتائج تحقیق

1۔ عہدِ فاروقی میں معاشی کفالت ریاست کی بنیادی ذمہ داری سمجھی گئی اور اسے انفرادی خیرات پر نہیں چھوڑا گیا؛ مدارس کے اساتذہ کے مسائل بھی بنیادی طور پر ادارہ جاتی نظم کے مسائل ہیں۔

2۔ فاروقی نظام کی بنیاد دیوان، مستحقین کے اندراج اور مقررہ اوقات میں ادائیگی پر تھی؛ اس کے مقابل آج کے مدارس میں مرکزی ریکارڈ اور یکساں نظمِ ادائیگی کا فقدان سب سے نمایاں کمزوری ہے۔

3۔ پائیداری کا راز مستقل وسائل (خراج اور اراضی) میں تھا، جبکہ آج کے مدارس بڑی حد تک عارضی اور موسمی عطیات پر چل رہے ہیں۔

4۔ سالانہ محاسبۂ عمال اور محمد بن مسلمہؓ جیسے معائنہ کاروں کا نظام عوامی اعتماد کا ضامن تھا؛ مدارس کے مالیاتی نظام میں اسی نوعیت کا آزاد احتساب اعتماد کی بحالی کے لیے ناگزیر ہے۔

5۔ کمزوروں اور معذوروں کی کفالت فاروقی نظام کا حصہ تھی، جس کی روشنی میں اساتذہ اور ان کے خاندانوں کے لیے پنشن و تکافل کا نظام قیاس بالمصلحہ سے ثابت ہوتا ہے۔

6۔ فاروقی اصولوں کا اطلاق تقلیدی نقل کی صورت میں نہیں بلکہ مقاصد اور اصولوں کے استنباط کی صورت میں کیا جانا چاہیے، تاکہ جدید ذرائع (ڈیجیٹل ریکارڈ، آڈٹ، سرمایہ کاری) بھی انہی مقاصد کے لیے بروئے کار آ سکیں۔

سفارشات

1۔ ہر وفاق اساتذہ کے لیے مرکزی پے رول اور رجسٹر قائم کرے جس میں تقرری، تنخواہ، ترقی اور ادائیگی کا ریکارڈ محفوظ ہو۔

2۔ علمی قابلیت اور تجربے کی بنیاد پر گریڈ سکیل اور کم از کم تنخواہ مقرر کی جائے، اور اس پر عمل درآمد کو الحاق کی شرط بنایا جائے۔

3۔ تنخواہ کی مقررہ تاریخ پر ادائیگی کو لازم قرار دے کر اس کی خلاف ورزی پر وفاقی سطح پر باز پرس کا نظام بنایا جائے۔

4۔ مدارس اور وفاق وقف اثاثوں اور انڈومنٹ فنڈ کے ذریعے مستقل آمدنی کا بندوبست کریں اور شرعی نگرانی کے تحت « حلال سرمایہ کاری بورڈ » قائم کریں۔

5۔ ضلعی سطح پر آزاد احتسابی کمیٹیاں، ڈبل انٹری اکاؤنٹنگ اور سالانہ خارجی آڈٹ کو لازم بنایا جائے۔

6۔اساتذہ کے لیے پنشن، طبی سہولت اور تکافل فنڈ کا مربوط نظام قائم کیا جائے۔

7۔چندہ مہمات میں رسیدوں اور ڈیجیٹل ادائیگی کے ذریعے شفافیت کو یقینی بنایا جائے اور وفاقوں کے مابین مشترکہ معاشی ضابطۂ اخلاق اور «مجلسِ عدل» تشکیل دی جائے۔

8۔آئندہ تحقیق میں میدانی سروے اور اعداد و شمار کے ذریعے مدارس کے اساتذہ کی موجودہ معاشی حالت کا مقداری جائزہ لیا جائے تاکہ مجوزہ اصلاحات کی عملی افادیت کو پرکھا جا سکے۔

مصادر و مراجع

ابن ماجہ، محمد بن یزید۔ السنن۔

ابن زنجویہ، حمید بن مخلد۔ کتاب الاموال۔ ریاض: مرکز الفیصل للبحوث والدراسات الاسلامیہ، 1986ء۔

ابن سعد، محمد بن سعد۔ الطبقات الکبریٰ۔ بیروت: دار صادر، 1968ء۔

ابو عبید، قاسم بن سلام۔ کتاب الاموال۔ قاہرہ: دار الشروق، 1989ء۔

ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم۔ کتاب الخراج۔ قاہرہ: المطبعۃ السلفیہ، 1976ء۔

بخاری، محمد بن اسماعیل۔ الجامع الصحیح۔

بلاذری، احمد بن یحییٰ۔ فتوح البلدان۔ قاہرہ: مطبعۃ الموسوعات، 1901ء۔

الشافعی، محمد بن ادریس۔ کتاب الام۔ بیروت: دار المعرفہ، 1990ء۔

سیوطی، جلال الدین۔ الاشباہ والنظائر۔ بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1990ء۔

سیوطی، جلال الدین۔ تاریخ الخلفاء۔ کراچی: میر محمد کتب خانہ، 2002ء۔

مالک بن انس۔ الموطأ۔ بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1985ء۔

حوالہ جات

1۔ابو عبید، قاسم بن سلام، کتاب الاموال (قاہرہ: دار الشروق، 1989ء)، 1:252۔

2۔الشافعی، محمد بن ادریس، کتاب الام (بیروت: دار المعرفہ، 1990ء)، 4:164۔

3۔سیوطی، جلال الدین، الاشباہ والنظائر (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1990ء)، قاعدہ: «تصرف الامام علی الرعیۃ منوط بالمصلحۃ»۔

4۔ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج (قاہرہ: المطبعۃ السلفیہ، 1976ء)، 1:59؛ سیوطی، جلال الدین، تاریخ الخلفاء (کراچی: میر محمد کتب خانہ، 2002ء)، 1:128۔

5۔ابن سعد، محمد بن سعد، الطبقات الکبریٰ (بیروت: دار صادر، 1968ء)، 3:296۔

6۔ابو یوسف، کتاب الخراج،1:115۔

7۔ابن زنجویہ، حمید بن مخلد، کتاب الاموال (ریاض: مرکز الفیصل للبحوث والدراسات الاسلامیہ،1986ء)،2:521۔

8۔ابن ماجہ، محمد بن یزید، السنن، کتاب الرہون، باب اجر الاجراء۔

9۔بلاذری، احمد بن یحییٰ، فتوح البلدان (قاہرہ: مطبعۃ الموسوعات،1901ء)،1:452۔

10۔ابن سعد، الطبقات الکبریٰ،3:205۔

11۔ابو یوسف، کتاب الخراج، ابواب: اراضیِ سواد اور خراج۔

12۔بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، روایتِ «لئن سلمنی اللہ لأدعنّ أرامل أہل العراق...»۔

13۔ابو یوسف، کتاب الخراج، بحث: جزیہ اور ذمیوں سے متعلق احکام۔

14۔مالک بن انس، الموطأ (بیروت: دار احیاء التراث العربی،1985ء)،1:251۔